Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography
ISSN: 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

تعلیم وتزکیہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کا اسوہ حسنہ

The Honorable Prophets as Good Model for Teaching and Purification

Dr. Asia Shabbir
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women University
Email: asiashkhan@gmail.com

Abstract

In today's era, there is an urgent drive to promote education, perhaps more fervently than ever before. With the implementation of compulsory primary education, the momentum for secondary and higher education is steadily increasing. Teaching has evolved into an art form, and the acquisition of its requisite skills has become indispensable for educators. Essential skills for contemporary teachers encompass participation in teacher education workshops, adept utilization of technology, effective communication, diverse teaching methodologies, and the assimilation of new information along with innovative techniques for its dissemination to students. The significance of co-curricular activities for students has concurrently escalated, prompting serious deliberation on the 'utility' of various fields of knowledge. While all these aspects hold their respective importance, regardless of geographical location, there persists a universal lacuna—the neglect of the true essence of education, namely, character development. This vital aspect warrants paramount attention across all educational stages and facets. Neglecting it entails the perilous risk of leaders—be they political, social, or experts in the arts and sciences—falling short of the requisite standards of integrity, honesty, and moral conduct.

Keywords: Education, Character Development, Teaching Methodologies, Technology In Education, Co-Curricular Activities, Integrity, Moral Conduct

تعارف:

اسلامی نقطہ ء نظر سے دعوت انبیاء کرام علیہم السلام میں تعلیم اور تزکیہ ہمیشہ لازم وملزوم رہے ہیں۔ انبیاء کرام کی تعلیمات اور ان کے اثرات کے سرسری مطالعے سے بھی یہ تعلق نمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔کتب سابقہ اور خاص طور پر اناجیل اربعہ اس پر گواہ ہیں۔ وہ اولین حواری، جن کو مچھلیاں پکڑتے دیکھ کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعوت دی تھی کہ آؤ! میں تمہیں آدم گیر بناؤں گا(۱)اور جو سفر وحضر، فاقہ مستی اور بیاباں نوردی میں حضرت مسیح کے ساتھ وابستہ رہے، انھوں نے اس مصاحبت سے جو کچھ پایا وہ ان کے دور میں کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ بروایتِ انجیل آتشیں زبانیں، معجزات کی قدرت، دعوت کا جوش واضطراب، خدا کی خاطر محبت کا جنون اور فروتنی وانکساری کی دولت کا حصول۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود ان کے بارے میں گواہی دی کہ تم "زمین کا نمک" اور "پہاڑی کے چراغ ہو۔"(۲) معلم انسانیت نبی مہربان ﷺ نے بھی اپنے اصحاب کے لیے فرمایا تھا:"الصحابی کالنجوم۔ بایھم اقتدیتم، اھتدیتم۔"(۳) میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جس کی پیروی کروگے، ہدایت پاؤگے۔ مکتب نبوت کے یہ نتائج، زمانی فاصلوں کے باوجود، اتنے یکساں تھے کہ عام دیکھنے والے بھی بچشم سر اس مماثلت کا احساس کرلیتے تھے۔ شام کے نصاریٰ نے جب اصحاب نبی کی زندگی کو دیکھا تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ تو "مسیحؑ کے حواریوں جیسے ہیں"۔(۴)

تزکیہ نفس اور نبوت محمدی ﷺ

نبی اکرم ﷺ ختم المرسلین تھے۔ آپ کے واسطے سے انسانوں کو آسمانی رہنمائی کے جو تکمیلی اسباق ملے، ان میں تعلیم نبوت کا مقصودِ حقیقی تزکیہ ہی کو قرار دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ، کعبہ کی دیواریں اٹھاتے ہوئے جو دعا فرمائی کہ اے اللہ، ان میں انھیں میں سے ایک رسول اٹھانا جو انھیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔(۵) صرف یہی دعا ہے جہاں تزکیہ کو آخر میں ذکر کیا گیا۔ قرآن مجید کی دیگر تین آیات میں جہاں نبی کریم ﷺ کے مقاصد بعثت کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں تعلیم کتاب وحکمت موخر کی گئی ہے اور تلاوت آیات اور تزکیہ کے حصول کو مقدم۔(۶) اس تقدیم سے واضح ہے کہ تزکیہ وتربیت، کتاب وحکمت کی تعلیم کو اور دیگر علوم نافع کو قلب وذہن میں جاگزیں کرنے اور ان کے مکمل فوائد وثمرات کے حصول کیلئے ناگزیر ہے۔

نفوس انسانی کو غلط میلانات ورجانات سے موڑ کر نیکی کے راستے پر ڈالنا اور درجہء کمال تک پہنچنے کے لائق بنانا"(۷) اگر تزکیہ کا مفہوم ہے تو نبی کریم ﷺ کی دعوت کا اولین تعارف یہی تھا۔ بخاری نے حضرت ابوذر غفاری تک دعوت اسلام پہنچنے کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے بھائی کو پتہ کرنے کیلئے بھیجا "میرے پاس اس شخص کی خبر لے کر آؤ جو زعم رکھتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ اس کی بات اچھی طرح سنا پھر مجھے آکر بتانا۔" ان کے بھائی نے آکر صرف دو جملوں میں نبی ﷺ کے احوال ذکر کیے: "رأیته یامر بمکارم الاخلاق ۔ وکلاماً ما هو بالشعر"۔(۸)

ابوسفیان قبل از اسلام قیصر کے دربار میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے طلب کیے گئے تھے۔ قیصر نے ان سے نبی کریم ﷺ کے نسب، ان کے پیروکاروں کی دین پر استقامت، اور خود نبی ﷺ کے ذاتی معاملات کے بارے میں سوال کرنے کے بعد پوچھا کہ وہ تمہیں کیا کرنے کو کہتے ہیں۔(ماذا یأمرکم؟) ابوسفیان کا جواب بھی عقائد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفوس کے لائحہء عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "قلت: یقول: اعبدوالله وحده ولا تشرکوا به شیئا واترکوا ما یقول آباء کم ویأمرنا بالصلاة والصدق العفاف والصلة"(۹)

تعلیم کے ساتھ تزکیے کا عمل اصحاب نبی ﷺ کی زندگیوں میں ظاہر ہوا تو اہل ایمان شکر کے جذبات کے ساتھ اس کا تقابل اپنی سابقہ زندگی سے کرتے تھے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں جو تقریر فرمائی، جسے ابن ہشام نے روایت کیا ہے، اس میں انھوں نے مسلمانوں میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہوئے رہبانیت، تقشف اور زہد وعبادت گزاری کا نہیں بلکہ ان صفات کا ذکر کیا جو رذائل نفس کو مٹا کر محمد ﷺ کے پیروکاروں میں پیدا ہوئی تھیں۔ اس تقریر میں اسلامی اور جاہلی طرز زندگی کا فرق چند جملوں میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: "اے بادشاہ ہم جاہل تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ مردار کھاتے اور بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ قطع رحمی کرتے تھے اور ہمسایوں سے برا سلوک کرتے تھے۔ ہم میں سے قوی، ضعیف کو کھا جاتا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس کے نسب، امانت اور پاک دامنی سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ہم اور ہمارے آباء جن بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے، ان کو چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت کا پاس کرنے، ہمسایوں کے ساتھ نیکی کرنے، حرام چیزوں اور خون ریزی سے بچنے کا حکم دیا۔ جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا اور حکم دیا کہ ایک خدا ہی کی پرستش کرو۔"(۱۰)

تزکیہ نفوس کی دولت ہی کی وجہ سے مسلمانوں میں بہادری، شجاعت اور انسانی ہمدردی کے وہ بے پایاں جذبات بیدار ہوئے جن کے بل پر انھوں نے دیگر انسانوں تک بھی اس دعوت کو پہنچانے کے لیے سارے خطرات مول لیے۔ شاہ ایران یزدگرد کے دربار میں حضرت مغیرہ بن زرارہؓ نے، مسلمانوں کی آمد کا مقصد یہ بیان

کیا تھا۔ اخراج العباد من عبادۃ العباد الی عبادۃ اللہ الواحد القہار۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت جعفر ہی کی طرح اخلاق و کردار کی ان پستیوں کو بیان کیا جن میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھے اور اس تبدیلی کا ذکر کیا، جو اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں رونما ہوئی۔(۱۱) حضرت مغیرہ کے اس واقعے سے استدلال کرتے ہوئے مشہور مستشرق، گستاولی بان نے گواہی دی: "کچھ ہی کیوں نہ ہو، حضرت رسالت مآب نے ملک عربستان میں وہ اخلاقی نتائج پیدا کر لیے جو کوئی مذہب قبل از اسلام (اپنے پیروکاروں میں) پیدا نہ کر سکا تھا"۔(۱۲) اکثم بن صیفی کے نمائندوں کے سامنے، ان کے سوالات کے جواب میں آپ نے جو دعوت رکھی وہ قرآن مجید کے پیش کردہ تزکیہ کے پورے مفہوم پر حاوی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری دعوت یہ ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآیٴِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ(۱۳)

تزکیہ: علمی اور عملی زندگی کی روحِ رواں

مذہبی اور تعلیمی زندگی کی تاریخ میں نبی کریم، معلم انسانیت ﷺ کا یہ کارنامہ سرفہرست رکھے جانے کے لائق ہے کہ آپ نے ایک تو تزکیہ کا وہ جامع مفہوم پہلی مرتبہ انسانوں کے سامنے پیش کیا جس کو ہمیشہ افراط و تفریط میں گم کیا جاتا رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ آپ ﷺ نے تزکیہ کے عمل کو زندگی کی روحِ رواں بنا دیا۔ نبی کریم ﷺ جو "دینِ قیم" لے کر آئے، اس میں تزکیہ نیت، عقیدے، عمل، عبادات، اخلاقیات اور معاملاتِ زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ دین اور دنیا کی ساری بھلائیاں بیک وقت مطلوب بھی ہیں اور محمود بھی۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے سعادتِ انسانی کے تعین کے حوالے سے بحث میں بڑے مؤثر دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ نظام کائنات ہو یا نظام انسانی، ان دونوں کی بقا، استحکام اور استمرار کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں پوری طرح ادا کرنا اور اس سب مشغولیت کے باوجود زندگی کے روحانی تقاضوں کو فراموش نہ کرنا اور حتی المقدور اس حوالے سے کوشش اور جدوجہد میں مصروف رہنا، انسان کی حقیقی سعادت ہے اور اس میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔(۱۴)

نبی کریم ﷺ نے زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے یہی تعلیم عطا فرمائی۔ مثلاً نکاح کو سنت قرار دیا اور یہاں تک فرمایا: فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔(۱۵) اپنی امت کے لیے یہ نہیں مقرر فرمایا کہ اچھا وہ ہے جو گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جائے، جسم کے "ناپاک تقاضوں" کو پورا کرنے کی بجائے "نجات" کے حقیقی مقصد کو سامنے رکھے اور رشتہ و پیوند کے کسی "مایا جال" میں گرفتار نہ ہو۔(۱۶) بلکہ فرمایا کہ "خیرکم خیرکم لاھلیکم، وانا خیرکم لأھلی (۱۷) گھر اور خاندان کو تعلیم اور تربیت کا اولین مرکز بنایا۔ جہاں "عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔" (۱۸) اور باپ کو یوں ذمہ دار بنایا کہ "کوئی باپ اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا" (۱۹)۔ والدین اور اولاد کے ساتھ ساتھ قرابت داروں، ہمسایوں، اہل حاجت، حتی کہ چند گھڑیوں کی مصاحبت جس کے ساتھ ہو جائے، اس کے بھی حقوق مقرر فرمائے گئے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن کو کامیابی کا معیار قرار دیا گیا۔(۲۰)

قرآن مجید میں نصاریٰ کے رہبانیت اختیار کرنے کے محرک، یعنی خوشنودی رب کی تلاش کو قابل مذمت نہیں ٹھہرایا گیا، "بدعت" ان کے رہبانی احکام و قوانین ایجاد کرنے کو قرار دیا اور اس کی مذمت کی گئی۔(۲۱) اپنے سے متصل قبل کی اس امت کے "افراط" کے طور طریقوں سے سبق اخذ کرتے ہوئے، نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو غلو اور تشدد و تعمق کی طرف جانے سے سختی سے روکا۔ فرمایا: اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے۔ ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی اسے سخت پکڑا۔ دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں۔(۲۲) قرآن مجید ایک دن میں صرف اتنا پڑھنے کی اجازت دی کہ تفکر و تدبر ہو سکے اور بارِ خاطر نہ ہو(۲۳)۔ نماز اور نوافل اتنے ہوں کہ رسی باندھنے اور اس کا سہارا لینے کی ضرورت نہ پڑے۔(۲۴) بعض صحابہ کے بہت اصرار کے باوجود بار بار نصیحت فرمائی کہ روزے اتنے نہ ہوں کہ نظام جسمانی معطل ہو جائے اور حقوق و فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ ہونے لگے۔(۲۵) ایک موقع پر تو

یہاں تک فرمایا کہ اگر روزے کی وجہ سے کوئی شخص دوسروں کی خدمت کا محتاج ہو جائے تو وہ لوگ اس سے اجر و ثواب میں آگے بڑھ جائیں گے جو انسانی ہمدردی اور خدمت کا کام کریں گے۔(۲۶)

مالی معاملات میں بھی نبی کریم ﷺ نے توازن اور اعتدال کو برقرار رکھنے کی ہدایات عطا فرمائیں، اگرچہ صدقہ پر زور بھی دیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ان مومنین صادقین میں سے تھے جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ پچاس دن بعد جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنا کل مال صدقہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن آپ نے ہدایت فرمائی کہ سب نہیں، کچھ رکھ کر باقی صدقہ کرو۔(۲۷) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی بیماری میں سب مال صدقہ کرنا چاہتے تھے۔ انہیں بھی صرف ایک تہائی کی اجازت دی۔(۲۸) کسب معاش کو "اللہ کے فضل کی تلاش" قرار دیا گیا۔(۲۹) مال کو "خیر" کہا اور حلال رزق کے لیے کوشش کرنے والے کا درجہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر بیان فرمایا۔(۳۰)

"تزکیہ" کی مخصوص اور روایتی دنیا میں یہ خیالات اور اعمال بالکل نئے تھے! نبی محترم ﷺ نے جہاد و قتال کو دین کی بلند ترین چوٹی قرار دیا۔ "ذروۃ سنامہ الجہاد"(۳۱) اپنی اس بے تابانہ خواہش کا اظہار فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں(۳۲)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں، آپ نے اپنی امت کو وہ "آتشیں شریعت"(۳۳) عطا فرمائی (ایسی شریعت جس میں جہاد و قتال کے احکام بھی شامل ہوں) جس میں رہبانیت، زندگی سے فرار، نیکی اور نیکی کے داعیوں کا معاشرے سے کنارہ کش ہونا اور فساق و فجار کے ہاتھوں میں مملکت اور سلطنت کی زمام کار چھوڑ دینا، ہمیشہ کیلئے مسدود کر دیا گیا۔ آپ ﷺ یہ فرما گئے کہ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ(۳۴) آپ ﷺ کی امت کی زندگی کا سامان بھی اور سامان رزق بھی جہاد ہی میں رکھا گیا۔ وجعل رزقی تحت ظل رمحی (۳۵) جہاد و مزاحمت کا یہ جذبہ باقی نہ رہے تو امتیں تر نوالہ بن جاتی ہیں۔ معاملاتِ زندگی کا کون سا پہلو ہے جو پاکیزگی کی تربیت سے محروم رہ گیا ہے۔ درحقیقت یہ وہ تکمیلی تعلیم تھی جو نبی آخر الزماں کے حوالے سے انسانیت کو عطا کر کے، آسمانی رہنمائی کا باب بند کر دیا گیا۔

حضور ﷺ کا اسوہ تعلیمی

دور جدید میں جن تدریسی مہارتوں اور طریق کار (Teaching Skills and Methodologies) کو اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کے اداروں میں باقاعدہ کلاسوں کی صورت میں سکھایا جا رہا ہے۔(۳۶) سیرت النبی ﷺ اور سیرت انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ تدریسی اسلوب، اور یہ مطلوب صفات تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ تھیں۔ اور خاص طور پر عالم انسانیت کے آخری معلم ﷺ کو ان صفات سے بدرجہ اتم مزین کیا گیا۔ اے کہ بر تخت سیادت، زازل جاداری۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری۔

تزکیے کی روح میں گندھی اس تعلیم نے دنیا کا سب سے زیادہ پائیدار اور انسانیت کے لئے نافع انقلاب برپا کیا۔ نبی کریم ﷺ کے اسوۂ تعلیمی میں جامعیت ہے۔ کتب حدیث کے سینکڑوں اوراق اس پر شاہد ہیں۔ اس مختصر مضمون میں بس اتنا مطلوب ہے کہ وہ چند نمایاں ترین خصائص جو دورِ جدید کی تعلیمی حکمتِ عملی کے ماہرین، ایک بہترین استاد کے لیے تجویز کرتے ہیں، ان کی محض ایک جھلک اسوہ نبی ﷺ میں دکھائی جا سکے۔

1۔ تدریس پیشہ نہیں، مشن ہو:

ایک اچھے استاد کی خوبیوں میں سرفہرست یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ تدریس کو صرف پیشہ ورانہ ذمہ داری نہ سمجھے، بلکہ یہ اس کا مشن ہو۔ قصص الانبیاء میں قرآن مجید نے ہر نبی کی زبان سے کہلوایا ہے کہ میں اس کار نبوت پر تم سے کسی اجر کا خواہاں نہیں ہوں۔(۳۷) یہی اسوہ نبی مہربان کا بھی رہا ہے۔ اجر تو بہت دور کی بات ہے، قرآن مجید نے اہل ایمان کی ہدایت اور بھلائی کے لیے نبی کریم ﷺ کے "حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ"(۳۸) ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ جنھوں نے ایمان قبول نہیں کیا، ان

کیلئے آپ ﷺ کی قلبی کیفیات کیا تھیں، بیان الٰہی سے بڑھ کر کون سے الفاظ یہ نقشہ کھینچ سکتے ہیں۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔(۳۹) جان گھلا دینے کی اس کیفیت سے نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت فرمائی کہ اگر یہ منہ پھیریں تو آپ کے ان کے نگران اور ان کی گمراہی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًاؕ-اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ(۴۰)

نبی ﷺ بخوبی جانتے تھے کہ ہدایت دینا صرف اللہ ہی کا کام ہے اس کے باوجود اپنے مخاطبین کے ایمان کے لئے جس قدر مشتاق تھے، اس پر بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت بھرا زجر اور تنبیہ کی گئی: وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍؕ-وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ(۴۱) یہ عتاب درحقیقت نہ ماننے والوں پر تھا نبی کریم ﷺ پر نہیں۔ جیسا کہ اگلی آیت میں واضح کیا گیا ہے۔اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ-وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ(۴۲)

دعوتی زندگی کے مشکل ترین مراحل میں بھی آپ کی یہ خصوصیت ماند نہیں پڑتی دکھائی دیتی۔ اہل طائف نے آپ سے جو سلوک کیا، خود آپ نے حضرت عائشہؓ کے سوال پر اسے اپنی زندگی کا سخت ترین دن قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اختیار دیا گیا کہ یہ لوگ مبتلائے عذاب کیے جائیں اگر آپ چاہیں۔ لیکن آپ ﷺ کا جواب ایک پر سوز داعی کے دلی جذبات کا آئینہ دار ہے۔بل ارجو ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لایشرک بہ شیئا۔(۴۳) احد کے مشکل اور صبر آزما موقع پر تکلیف کے باوجود آپ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ بس اتنا تھا۔اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔(۴۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے احکام وہدایات کی تعلیم دینے کی جو ذمہ داری آپ ﷺ پر ڈالی گئی تھی، اس کی ادائیگی کے ذوق وشوق، اضطراب اور اس راہ میں ذاتی تکالیف اور مصائب کو خاطر میں نہ لانے کی اور صبر و تحمل کی اس سے بڑی مثال کہیں نہیں ملے گی۔

2۔طلبہ سے مضبوط شخصی روابط:

طالب علموں سے استاد کے ذاتی روابط، افہام و تفہیم میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔ بے تکلفی کی فضا میں سوال کرنا آسان اور مخاطب کو جاننے کی وجہ سے ذہنی سطح کے مطابق جواب دینا ممکن ہوتا ہے۔ آج کی تدریسی مہارتوں میں یہ ہنر پیدا کرنے کے کئی طریقے سکھائے جارہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اپنی ساتھیوں سے محبت اور محبوبیت کے مناظر جابجا ملتے ہیں۔ نبی مہربان کے اخلاق و معاملات اور منصب نبوت ورسالت کی وجہ سے آپ کے اصحاب پر تو محبت لازم وواجب تھی۔ لیکن آپ ﷺ جس والہانہ انداز میں محبت فرماتے اور اس کا اظہار کرتے، اس نے بھی صحابہ کو آپ ﷺ کا گرویدہ بنادیا تھا۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ نے آپ ﷺ کو اپنے والدین پر ترجیح دی تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں متبنّیٰ بنالیا اور جب تبنیت کی ممانعت آئی تو فرمایا: زید مجھے سارے انسانوں میں محبوب ہیں۔(۴۵) ان کے بیٹے اسامہ بن زید-"حِب رسول اللہ، محبوب رسول اللہ ﷺ مشہور تھے۔(۴۶) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لیے فرماتے ہیں کہ ہم انہیں اہل بیت میں سے سمجھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے گھر بہت آمدورفت کی وجہ سے اور اپنی عادات واطوار میں نبی ﷺ سے مماثلت کی وجہ سے۔(۴۷) یہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے اس طرح تشہد سکھائی جیسے آپ ﷺ مجھے قرآن کی سورت سکھاتے تھے اور اس وقت میری ہتھیلی آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔(۴۸)

ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ میں بس گئے تو انصار کے ساتھ محبت کا معاملہ رکھا۔ ایک مرتبہ جب ان کی عورتیں اور بچے کسی شادی کی تقریب سے واپس آرہے تھے۔ نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ فرمایا: اللھم انتم احب الناس الیّ(۴۹) سعد بن معاذؓ، سیّد اوس تھے۔ ایک موقع پر تشریف لائے تو نبی محترم ﷺ نے فرمایا: "قوموا الی خیرکم اوسیّدکم"(۵۰) یہ اس حال میں فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے لیے بھی اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہونے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سپاہیانہ صلاحیتوں سے ممتاز تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں "سیف من سیوف اللہ"(۵۱) کا خطاب دیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ

کے ہاتھ کو تھام کر فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ کسی فرض نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا: اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک (۵۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے شانے کو تھام کر فرمایا: کن فی الدنیاکانک غریب او عابرسبیل (۵۳) اتنی محبت سے کہی جانے والی بات کون ساشاگرد فراموش کر سکتا ہے۔

مسائل اور پریشانی کے معاملات میں تو نبی کریم ﷺ کی توجہ اپنے ساتھیوں پر کئی گنا بڑھ جاتی۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ یہ کم سن تھے۔ والد قرض اور بہت سی بہنوں کی ذمہ داری ان پر چھوڑ گئے۔ حضور ﷺ ان کی غیر معمولی خبر گیری رکھتے۔ جابرؓ نے شادی کی تو بطور خاص پوچھا: کنواری سے کی ہے یا شادی شدہ سے؟ یہ بھی فرمایا کہ باکرہ سے کرتے۔ (۵۴) ان کے قرض کا معاملہ تھا تو خود جا کر کھجوریں تلوا کر قرض خواہوں میں تقسیم کیں تا کہ برکت ہو۔ (۵۵) جابرؓ فرماتے ہیں: یوں کھجوریں بچ بھی گیئں۔ ایک سفر میں ان سے اونٹ خریدا، جو بہت کم رفتار تھا۔ مدینے جا کر قیمت بھی واپس فرما دی اور اونٹ بھی انہیں ہی عطا فرما دیا۔ (۵۶) جابرؓ فرماتے ہیں: اونٹ والی رات آپ ﷺ نے میرے لیے پچیس مرتبہ استغفار فرمایا۔ (۵۷) یہ محبت عام تھی۔ مدینہ میں آکر جب مسلمانوں کو کشادگی حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمادیا کہ جو مسلمان قرض چھوڑ کر وفات پائے گا، اس کے قرض کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ (۵۸) ایک قبیلے کے مفلوک الحال لوگ مدینے آئے تو نبی ﷺ بے قرار ہو گئے۔ منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ جب ان کے لیے کافی سامان اکٹھا ہوا تو آپ ﷺ کی بے قراری دور ہوئی۔ (۵۹)

اس محبت اور محبوبیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام جب حدیث نبوی بیان کرتے تو ساتھ نبی کریم ﷺ کی کیفیات کا نقشہ بھی کھینچتے۔ آپ ﷺ مسکرائے، آپ ﷺ غصے میں تھے، آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ محبت نہ ہوتی تو جیسا بیان سیرت و حدیث آج مسلمانوں کو میسر ہے، وہ نہ ہوتا۔ اسی محبت نے انہیں نبی کریم ﷺ کے مقاصد سے جوڑ دیا تھا۔ اور اس جدوجہد سے، جس کی راہ میں بے پناہ مصائب تھے۔ غزوہ بدر سے پہلے نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشاورت کی۔ مہاجرین میں سے حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "ہم آپ ﷺ سے وہ نہیں کہیں گے جو اصحاب موسیٰ نے کہا تھا: فَاذْهَبْ أَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں، آپ کے بائیں، آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے لڑیں گے"۔ اس حدیث کے راوی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کا چہرہ دمک اٹھا۔ (۶۰) حضرت سعد بن معاذؓ انصار کی طرف سے نمائندگی کو اٹھے اور فرمایا: "اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ﷺ ہمیں لے کر سمندر پر جا پہنچیں اور اس میں کود جائیں تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ کود یں گے اور ہم میں سے کوئی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہمیں یہ ہرگز ناگوار نہیں ہے کہ آپ ﷺ کل ہمیں لے کر دشمن سے جا بھڑیں۔ ہم جنگ میں ثابت قدم رہیں گے۔ مقابلے میں سچی جاں نثاری دکھائیں گے اور بعید نہیں اللہ تعالی آپ ﷺ کو ہم سے وہ کچھ دکھلا دے جسے دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں (۶۱)۔ یہ محبت ہی ہے جو استاد کو نرمی کی طرف، رفق و مہربانی اور درگزر کی طرف مائل کرتی ہے۔ کلام کو دل میں گہرا اتارتی ہے۔ مقاصد اور نصب العین میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ بلاشبہ اس محبت میں سے معلم انسانیت کو حظ وافر عطا ہوا تھا۔

3۔ مؤثر نظم وضبط:

تعلیمی زندگی میں نظم وضبط کی اہمیت مسلّمہ ہے۔ نظم وضبط قائم کرنا استاد کی اولین ذمہ داریوں میں سے ہے اور اس کی مہارت کا امتحان بھی۔ کلاس روم اور ادارے میں اس کی تربیت کے بعد زندگی بھر کے لیے اس کو طلبہ کی عادات میں شامل کر دینا فرد اور معاشرے پر استاد کا احسان ہے۔ حضور ﷺ کے اسوہ تعلیمی میں اس حوالے سے بھی بہترین نمونہ ملتا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی اپنی کتاب "انسان کامل" میں لکھتے ہیں کہ ایک دائرہ تو آپ کی غیر رسمی تعلیم کا تھا۔ یہاں ہمہ وقت تعلیم جاری رہتی تھی، چلتے پھرتے، بازاروں، گھروں اور راستوں میں۔ دوسرا دائرہ اہتمام کے ساتھ تدریس کا تھا۔ اس کا اولین مرکز دارارقم بنا، بعد ازاں دارِ نبی ﷺ اور بالآخر مسجد (۶۲) مسجد کے مرکز تعلیم ہونے سے اسلامی تعلیم نئی جہات سے آشنا ہوئی۔ اس پاکیزہ اور مقدس ماحول میں تزکیہ کا رنگ تعلیمی عمل میں رچ بس

گیا۔ یہاں چونکہ آدابِ مسجد کے منافی کام ناپسندیدہ تھے، چنانچہ یکسوئی تعلیم و تعلم کی طرف ہی رہتی۔ اور اس مکتب کے طالب علم دنوں میں وہ کچھ سیکھتے جو دوسرے برسوں میں سیکھ پاتے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ”صحابہ جب صبح نماز پڑھ لیتے تو حلقوں کی صورت میں بیٹھ جاتے۔ قرآن مجید پڑھتے اور فرائض و سنن سیکھتے“ (۶۳)۔ نبی کریم ﷺ نے ویسے بھی ان کی توجہ علوم نافع سیکھنے کی طرف مبذول کروار کھی تھی۔ مسجد کے باہر ہی تیر اندازی، دوڑ، کشتی وغیرہ کے مقابلے اور مشق کی جاتی تھی۔

اس تعلیمی نظم و ضبط نے زندگی کے ہر شعبے میں اپنے اثرات دکھائے۔ مثلاً جہاد کا میدان اس کی نمایاں مثال ہے۔ قتل و غارت گری اور سلب و نہب مدتوں سے عربوں کا شعار تھا۔ بہت سے قبائل کی معشیت ہی اسی سے وابستہ تھی۔ مدینے آنے کے بعد اور فرضیت جہاد کا حکم آنے کے بعد نبی ﷺ نے اسی ڈسپلن کو معیار بنا کر جہاد اور عام قتل و غارت میں فرق کو واضح فرمایا۔ مقاصد جہاد کے باب میں آپ نے اپنے ساتھیوں کے سوالات کے جواب میں کئی بار صراحت فرمائی کہ مال کے لیے لڑنا جہاد نہیں، شہرت و ناموری کے لیے لڑنا بھی نہیں۔ صرف ”من قاتل لتكون كلمة االله هى العليا فهو فى سبيل االله“ (۶۴) ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ جس نے اونٹ باندھنے کی رسی کی نیت بھی رکھی، اس کو (جہاد کا اجر نہیں) وہی شے ملے گی، جس کی اس نے نیت کی تھی۔ (۶۵) قتال اور جنگ کے آداب مقرر فرمائے۔ یہ طے فرما دیا کہ کن کو قتل کیا جا سکتا ہے اور کن کو نہیں۔ فصلوں اور کھیتیوں کو نقصان پہنچانے اور لوٹ مار سے منع فرما دیا۔ ”لوٹ کا مال مردار سے زیادہ حلال نہیں ہے۔،، (۶۶) مال غنیمت کی ایک سوئی بھی اپنے امام کے پاس جمع کروانے کا پابند بنایا۔ (۶۷) عرب اتنی پابندیوں اور بندشوں کے کہاں عادی تھے۔ وہ بھی میدانِ جنگ میں۔ لیکن نبی مہربان کی تعلیم و تلقین، تزکیہ و تربیت کے یہ ثمرات تھے کہ آنے والے سالوں میں مسلمانوں کی اس منظم سپاہ نے اپنے وقت کی بڑی طاقتوں کی فوجوں کی صفیں الٹ دیں۔

معاشرتی میدان میں جو ڈسپلن آپ ﷺ نے پیدا فرمایا، اس کی روح مساوات تھی۔ قانون، ضابطے اور اصول سب کے لیے یکساں تھے۔ اسامہ بن زیدؓ آپ ﷺ کے محبوب تھے، لیکن حدود کے معاملے میں ان کے سفارش کرنے پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ فاطمہ مخزومیہ بھی کسی کم مرتبہ خاندان سے نہ تھیں، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ بنت محمد بھی ایسا فعل کرتیں تو یہی سزا پاتیں۔ (۶۸) حقوق، فرائض، احکام اور معاہدات واضح اور متعین تھے اور باز پرس ممکن۔ نبی ﷺ خود اپنے آپ کو بدلے کے لیے پیش کر دیتے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ میں ایسی سینکڑوں مثالیں قائم ہوئیں کہ قضاۃ نے بلا تکلف حکام وقت اور سلاطین کے خلاف فیصلے دیے۔

4۔ تدریسی مہارتوں کا استعمال:

جدید تدریسی طریقوں میں Audio Visual Aids کے استعمال پر بہت زور دیا جا رہا ہے اور دورِ جدید نے اس کی اہمیت کو بجا سمجھا ہے۔ یہ طریق تدریس، اس روایتی طریقے کی نسبت واقعی زیادہ قابل فہم، جاذب توجہ اور موثر ہے، جہاں صرف لیکچر اور یک طرفہ گفتگو ہو۔ حضور ﷺ کے زمانے میں ایسی مددگار ٹیکنالوجی، گو نہیں تھی، لیکن آپ نے اپنے گرد و پیش کے ماحول اور اپنے ہاتھوں اور تاثرات سے اس معاملے میں بھرپور مدد لی۔ حدیث اور سیرت کے ابواب اس کی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کبھی ہاتھوں کے اشاروں سے کام لیتے تھے۔ مثلاً دو بیٹیوں کی پرورش کرنے والے کو اپنی معیت کی نوید، ہاتھ کی دو انگلیاں جوڑ کر سنائی۔ (۶۹) قرب کا یہ ”محسوس،، منظر فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی آپ ﷺ اپنے ماحول کی مانوس اشیاء سے نتیجہ خیز قسم کے سوالات اٹھاتے۔ مثلاً یہ مردہ بکری کا بچہ کون لے گا؟ پھر بتایا کہ دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک ایسی ہی ہے۔ (۷۰) آپ ﷺ قابل فہم اور آسان مثالیں بھی دیتے، اپنے مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق۔ مثلاً یہ کہ پانچ وقت نہر میں نہانے سے جسمانی میل کچیل صاف ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی پانچ نمازوں سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ (۷۱) کبھی آپ ﷺ اپنی body language سے بڑا بھرپور پیغام دیتے۔ مثلاً سائل کے پوچھنے پر کہ مومن بخیل ہو سکتا ہے، بزدل ہو سکتا ہے، آپ ﷺ نے تائید فرمائی، لیکن جھوٹ بولنے کے ذکر پر آپ ﷺ ٹیک سے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور سخت لہجے میں تین مرتبہ فرمایا کہ مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ (۷۲)

عرب کے عام ماحول میں کھلا پن بہت زیادہ تھا۔ایک نوجوان آپ ﷺ کے پاس آیا اور بدکاری کی اجازت طلب کی۔صحابہ غصے میں مارنا چاہتے تھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں روکا اور خود اس نوجوان سے سوالات کے ذریعے کہلوالیا کہ وہ یہ کام اپنی ماں،بہن،خالہ اور پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتا۔پھر اسے دعا دی۔(۷۳)راوی کہتے ہیں،اس کے بعد اس نے ساری زندگی نظر بھی اِدھر اُدھر نہیں اٹھائی۔کتنے مواقع تھے،آپ ﷺ نے تمثیل کے ذریعے،کنایوں سے،اپنے چہرے کے تاثرات کے ذریعے معاملہ واضح فرمادیا۔خطبے اور تقریر میں الفاظ کے چناؤ اور زیروزبر سے آپ سامعین میں مطلوبہ کیفیت پوری طرح ابھار لیتے تھے۔کوہ صفا پر آپ ﷺ کا اولین خطبہ اور حنین کے مال غنیمت پر انصار کے اعتراض کے بعد دیا جانے والا خطبہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔(۷۴) سورۃ الانعام کی آیت "وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُۚ-وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ،،(۷۵) سمجھانے کے لیے آپ ﷺ زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ایک خط کھینچا اور فرمایا:یہ اللہ کی راہ ہے۔پھر اس کے دائیں اور بائیں جانب خطوط کھینچے اور فرمایا:یہ راہیں ہیں جدا جدا،ان میں سے ہر راہ پر شیطان بلا رہا ہے اور آپ ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھی۔(۷۶)حدیث کی شرح میں علامہ طیبی لکھتے ہیں:"مخفی معانی کو اجاگر کرنے اور پوشیدہ رموز کی نقاب کشائی کی غرض سے تصویر وتمثیل استعمال کی جاتی ہے تاکہ وہ مرئی اور محسوس چیزوں کی طرح آشکار ہو جائیں اور بات سمجھنے میں خیال،عقل کی مدد کرے"(۷۷)۔ ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مربع شکل بنائی۔اس کے درمیان ایک خط کھینچا،جو اس سے باہر نکلا ہوا تھا۔پھر اس مربع کے درمیانی خط کی طرف چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے اور فرمایا:"یہ انسان ہے،یہ اس کی موت اس کو گھیرے ہوئے ہے۔یہ باہر نکلا ہوا خط اس کی آرزو ہے۔یہ چھوٹے خطوط مصائب ہیں۔پس اگر وہ ایک سے بچ نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں گرفتار ہو جاتا ہے"(۷۸)۔

5۔مضبوط علمی شخصیت/رسوخ فی العلم:

استاد کا علمی رسوخ جہاں خود اسے اعتماد عطا کرتا ہے،وہاں طلبہ کے اندر اس کا احترام اور اس کی معلومات پر اعتبار پیدا کرتا ہے۔جدید تحقیقات یہی رہنمائی دیتی ہیں کہ استاد کو اپنے مضمون سے گہری وابستگی ہونی چاہیے۔اس کے ذہن میں شامل نصاب مواد واضح ہو۔وہ اس کے ابلاغ اور تفہیم کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس مضمون کے دیگر نصابات کے بارے میں بھی اطلاع رکھتا ہو۔نبی اکرم ﷺ کے معاملے میں دیکھا جائے تو ان پر جو "تشریع،، ذمہ داری ڈالی گئی،اس کا تقاضا تھا کہ اس میدان کے subject matter پر ان کی مکمل گرفت ہو۔اس منصب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُؕ-وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا(۷۹) آپ کو وہ علم عطا کیا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے۔ظاہر ہے بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ یہ کچھ نہ جانتے تھے: مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا(۸۰)

تعلیم کتاب وحکمت، تبیین وتعیین احکام وشرائع اور تزکیہ نفوس کے فرائض کی ادائیگی کے لیے اس عطائے ربانی کے ساتھ،آپ ﷺ نے اپنی صلاحیتوں کو بھی بھرپور استعمال فرمایا۔اپنی ذہنی،قلبی اور علمی سرگرمیوں کا رخ اس طرف سے ہٹنے ہی نہیں دیا۔اہل کتاب کو یہ حکم دیا گیا تھا۔واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم(۸۱) لیکن وہ یہ نہ کرسکے۔قانون کو جامد کیا اور اس کے "احسن،، کی جگہ،ظواہر کو لے لیا۔نبی کریم ﷺ نے جمود کی بجائے،دائرہ قانون میں رہتے ہوئے ضروری لچک اور رعایت کو اختیار فرمایا۔شخصی حالات، نفسی کیفیات، گردوپیش کے احوال اور معاملات کی خاص نوعیت کو ملحوظ رکھنے کی وجہ سے آپ کے فیصلوں میں وہ تنوع ملتا ہے جس نے بعد کے ادوار میں امت مسلمہ کو حدود شریعت کی پاس داری کے ساتھ،گنجائش اور وسعت اختیار کرنے کی صلاحیت عطا کی۔پیروانِ موسیٰ علیہ السلام جمود کا شکار ہوئے تھے اور ان کے ردعمل میں مسیحیت نے پہلے شریعت کا جوا کندھے سے اتار پھینکا اور بعد ازاں احیائے علوم (reniassance) کے دور میں مذہب کو زندگی کے ہر میدان سے خارج کردیا۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ حضرت حاطب بدریؓ کو آپ نے ایک نازک موقع پر اسلامی ریاست کی مخبری کے باوجود معاف فرمایا۔(۸۲)ایک صحابی کو،جو روزہ توڑنے کا کفارہ ادا نہیں کرسکتے تھے،بالآخر ہنستے ہوئے صدقہ کی کھجوروں کا ٹوکرا گھر لے جانے کا اذن عطا فرمایا۔(۸۳)اس

طرزِ عمل سے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب میں اس تصور کو بھی مستحکم کیا جس کا ذکر حضرت ابو الدرداءؓ نے یوں کیا ہے کہ فقیہ وہ ہے جو ایک آیت سے ایک سے زیادہ مواقع پر استدلال کر سکتا ہو۔(۸۴) صحابہ کرام کی تربیت میں آپ ﷺ نے یہ ضوابط اس انداز میں شامل فرمائے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد عالمِ انسانی کی رہنمائی کے قابل ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے اجتہاد کے ارادے پر آپ ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔(۸۵) یمن میں حضرت علیؓ نے جو فیصلے کیے، ان کی تائید فرمائی۔(۸۶) اپنے صحابہ کے تیمم کے معاملے میں دو مختلف طرزِ عمل اختیار کرنے پر دونوں کی توثیق فرمائی۔(۸۷) اور یوں معلمِ انسانیت ﷺ نے قیامت تک کے لیے وہ گنجائش پیدا کر دی کہ فروعی اور جزوی آراء میں اختلاف کے باوجود، علمی ترقی اور معاشرتی وحدت کا سفر رکا نہیں۔

6۔ واضح مقاصد اور بلند اہداف:

وہ انسانی مواد، جو عرب کے ریگ زاروں اور کم متمدن شہروں میں بکھرا پڑا تھا، اور جس نے تاریخ میں کبھی کوئی بڑا کارنامہ نہیں دکھایا تھا، نبی کریم ﷺ نے اسے منظم کیا، کلمے کی بنیاد پر ایک قوم بنایا اور تعلیم، تربیت اور تزکیے کے عمل سے گزارا۔ اس کے بعد انہیں واضح، بلند اور آفاقی مقاصد اور نصب العین کے حصول کے لیے میدانِ عمل میں اتار دیا۔ دورِ جدید کی تحقیق بالکل بجا رہنمائی کر رہی ہے کہ اچھا استاد وہ ہے جو اپنے زیرِ تربیت افراد کو clear objectives and high expectations دے سکے۔ نبی مہربان ﷺ کے اسوہ تعلیمی سے بڑھ کر اس کی کامیابی کا سراغ کہیں اور نہیں ملتا۔

رسالت کا منصبِ جلیل اور بلند اہداف، ایک دوسرے سے کلی مطابقت رکھتے ہیں۔ ابتدائی دورِ دعوت میں جب قریش نے ابو طالب پر زور دیا کہ وہ اپنے بھتیجے کو روکیں یا اس کی حمایت سے دستکش ہو جائیں۔ تو نبی ﷺ نے جواب دیا کہ اگر یہ میرے دائیں ہاتھ سورج اور بائیں ہاتھ چاند بھی رکھ دیں، میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا: "حتی یظهره الله او اهلک فیه"(۸۸) یہاں نبی ﷺ نے صرف اپنی دعوت پہنچا دینے کی نہیں، اس کے غلبے کے لیے جان لڑا دینے کی بات کی ہے۔ انسانی عزم و حوصلے کی یہ آخری منزل ہے۔ مکہ ہی میں جب کمزور مسلمان، اہلِ مکہ کے ظلم و ستم اور تعذیب کا سامنا کر رہے تھے، خود حضور ﷺ بھی پوری طرح مامون نہیں تھے، حضرت خبابؓ نے تکالیف کی شکایت اور اللہ کے حضور دعا کی استدعا کی تو حضور ﷺ نے صبر کی نصیحت کے ساتھ یہ بھی بشارت دے دی کہ "ایک سوار صنعا سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔"(۸۹) یہ اسلام کے سائے میں یمن تک کی سلطنت اور اس کے مثالی امن و امان کا وعدہ تھا۔ اس حال میں، کہ ظاہری حالات میں کسی کامیابی کا امکان کہیں دور تک بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ سفرِ ہجرت میں، جب حضور ﷺ اپنے ساتھی کے ساتھ چھپ چھپا کر سفر کر رہے تھے، اور دونوں شدید خطرے میں تھے، آپ ﷺ نے سراقہ کو امان نامہ بھی دیا(۹۰) (گویا آپ ﷺ ہی عرب کے آئندہ حکمران ہیں۔) اور کسریٰ کے کنگنوں کی بشارت بھی۔ جو بعد میں حضرت عمرؓ نے فتح ایران کے بعد انہیں پہنائے۔(۹۱)

غزوہ احزاب میں مدینے میں مسلمانوں کی خوف اور پریشانی میں جو حالت تھی، قرآن پاک نے اس کا بلیغ نقشہ کھینچا ہے: اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا(۹۲) اس جنگ میں مٹھی بھر مسلمانوں نے عرب قبائل کی اتحادی فوج کا سامنا کرنے میں بے مثال عزم و ہمت کا ثبوت دیا۔ شدید جسمانی مشقت بھی اٹھائی، بقول نعیم صدیقی: "تین ہزار مسلم رضاکاروں نے تین لاکھ آٹھ ہزار مکعب گز مٹی کو کھودا اور منتقل کیا۔(۹۳) اس دوران ایک سخت چٹان جو صحابہ کرام سے نہیں ٹوٹ رہی تھی، وہ حضور ﷺ کو بلا کر لے گئے۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر پہلی ضرب لگائی، چنگاریاں اڑیں تو فرمایا: یمن میرے لیے فتح ہوا۔ دوسری ضرب پر فرمایا: شام اور المغرب (روم) میرے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ اور تیسری فیصلہ کن ضرب پر فرمایا: خطہ مشرق (یعنی ایران) میرے سامنے سے مفتوح ہوا۔(۹۴) یہ وہ دن تھے، جب منافقوں نے پھبتی کسی کہ یہاں بیت الخلا جانا ممکن نہیں ہو رہا اور یہ "صاحب ﷺ" روم و ایران کی فتوحات کی پیش گوئی فرما رہے ہیں۔(۹۵) تاریخ نے ثابت کیا کہ مسلمانوں کے عزم و حوصلے نے ان سلطنتوں کو زیر کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ مدینے کے آخری دور میں آپ ﷺ نے جہاد میں بحری بیڑے کے استعمال کا اشارہ بھی دیا تھا۔(۹۶) نبی کریم ﷺ کی امید کی یہ بلند پروازی کبھی معطل نہیں ہوئی۔ قیصر کو جو نامہ مبارک بھیجا، بروایت بخاری اس میں لکھا "اسلم

تسلم"(۹۷) وقت کی سپر پاور کو باور کرایا کہ امان اب اسلام کے دامن رحمت کے سوا کہیں اور نہیں ہو گی۔ آپ ﷺ نے قوموں کے مفتوح ہو جانے اور مسلمانوں کی بالادستی اور بالآخر دین قبول کر لینے کی طرف بھی اشارہ کیا کہ میری امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت میں لائے جائیں گے۔(۹۸)

یوں، خاتم النبیین و معلم آخرین ﷺ نے اس قوم کو، جو محض تجارت کے لیے سال میں دو بیرونی سفر کرتے تھے (رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ) دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کی عنان اقتدار تھامنے کا حوصلہ اور عزم عطا فرمایا۔ اسلام لانے کے بعد عربوں کے احوال کے اس تغیر کو ایرانیوں نے محسوس کیا اور چیخ اٹھے کہ اونٹنی کا دودھ پینے اور گوہ کا گوشت کھانے والے عرب آج سلطنت اور جہاں بانی کا خواب کیسے دیکھنے لگے ہیں(۹۹) مسلمانوں نے نہ صرف دنیا کے وسیع علاقوں کو فتح کیا بلکہ ایک پائیدار اور مستقل تبدیلی کی بنیاد رکھی۔ انسانیت کو عادلانہ طرز حکمرانی سے روشناس کروایا اور انسانی مزاج میں وہ تبدیلی پیدا کر دی کہ ظلم، استحصال، استعمار اور دیگر جاہلی رواجوں کا اپنے حقیقی ناموں کے ساتھ سامنے آنا ناممکن ہو گیا۔ اب اصطلاحات اور لیبل بدل کر کام چلایا جاتا ہے لیکن ملمع بار بار اتر تا ہی رہتا ہے۔

عصر حاضر اور مسلمان معلم کی ذمہ داریاں

سیرۃ النبی ﷺ کے جتنے ورق الٹتے جائیں، ایک معلم کے لیے سبق ہی سبق ہیں۔ اخلاق میں، معاملات میں، تدریسی عمل میں اور پھر اعلیٰ ترین نتائج اور ثمرات کی صورت میں۔ دور جدید افادیت پرستی (utilitarianism) کا دور کہلاتا ہے۔ اس پیمانے پر بھی پرکھ لیجئے، مکتب نبوت کی product بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ ء خلافت میں منبر پر چڑھ کر خود کو ہی مخاطب کیا: کہ ایک وقت تھا، جب تم عمیر کہلاتے تھے، بکریاں چراتے تھے، سخت گیر باپ کی ڈانٹ کھاتے تھے، اور آج تم ایک عظیم سلطنت کے سربراہ ہو۔(۱۰۰) اور یہ حقیقت کسی سے اوجھل نہیں کہ سلطنت کی محض وسعت آپ کا اعزاز نہ تھا، اصل اعزاز اس کا حسن انتظام اور استحکام تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ صفہ کے معلم تھے، یمن کے عامل بنے (۱۰۱)۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تنگنائے عرب سے نکلے اور اپنی حربی مہارت کا سکہ ایسا بٹھایا کہ دنیا کے صف اول کے جرنیلوں میں آپ کا نام نامی شامل ہے (۱۰۲)۔ کتنے ایسے تھے کہ حکمت جن کی زبان پر جاری ہو گئی۔ خود نبی کریم ﷺ نے مبارک دی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو "لیهنئک العلم یا ابا المنذر" (۱۰۳) "تمہیں علم مبارک ہو اے ابو منذر۔ اصحابؓ رسول اللہ ﷺ نے عدل، مروت و احسان، علم سے والہانہ محبت، تدریسی لگن اور مہارت کی مثالیں قائم کیں۔ دنیا نے ان کے علم سے فیض پایا اور دنیا و آخرت کے منافع انھیں کے واسطے سے حاصل کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسوہ اور نمونہ تاریخ کے ہر دور میں اپنا اعتبار (Credibility) ثابت کرتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی کرے گا۔

خلاصہ

معلم انسانیت ﷺ نے بلند ترین مقاصد کے لیے کام کرتے ہوئے وسائل کی کمی کو سد راہ نہیں ہونے دیا۔ اپنا خام مال (یعنی طلبہ ء علم) معاشرے کے ہر طبقے سے اکٹھا کیا اور اسے دنیا میں تبدیلی کے لیے استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنی کامیابی کے لیے تعصب کے ہتھیار کو بھی استعمال نہیں کیا، جیسا کہ انقلابات دنیا کا دستور ہے۔ مثلاً طبقاتی کشمکش، مرد و عورت کی کشمکش، غلاموں اور آقاؤں کی کشمکش وغیرہ، بلکہ مثبت طور پر معاشرے کے تمام طبقات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر کے، اور ان کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ کے عمل کو جوڑ کر انہیں ہدف عطا فرمایا "اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ" (۱۰۴) جو انسانیت کے لیے نفع رساں رہے گا، وہی زمین پر باقی رہے گا۔ امت مسلمہ کے آج بھی وہی بحران ہیں۔ وسائل کی کمی، مسائل کی کثرت، اور اس پر مستزاد یہ بدنصیبی کہ جو طبقات دینی و دنیاوی علوم میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں، وہ بدعنوانی کے عادی اور دین دشمنوں کے آلہ ء کار بن جاتے ہیں۔ امت کی خواری اور زبوں حالی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ضرورت

اس بات کی ہے کہ علوم دینیہ کے ادارے ہوں یا علوم دنیا کے، فنون اور مہارتوں کو قرار واقعی مقام ضرور دیں، لیکن تزکیہ کا عمل مقدم ترین ہونا چاہیے۔ اس تزکیہ کی بدولت فن اور ہنر میں ترقی بھی ملے گی اور انسانی سرگرمیوں کے نتائج میں برکت بھی۔ یہی تعلیم کا حقیقی مقصود ہے اور حقیقی فلاح و کامرانی۔

حوالہ جات و حواشی:

1۔ عہد نامہء جدید۔ پاکستان بائیبل سوسائٹی۔ لاہور۔ انجیل متی: ۵/ ۲۰

2۔ متی۔ ۵/ ۱۶-۱۳

3۔ خطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح، باب مناقب الصحابہ۔ المکتب الاسلامی۔ دمشق ۱۹۶۱ء۔ ۳/ ۲۱۹

4۔ ابن تیمیہ، التفسیر الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ ۴/ ۱۳۵

5۔ البقرہ ۲: ۱۲۹

6۔ البقرہ ۲۔ ۱۵۱، آل عمران ۱۶۴:۳، الجمعۃ ۲:۶۲

7۔ امین احسن اصلاحی، تزکیہء نفس، ملک سنز، فیصل آباد، ص ۳۴

8۔ بخاری، الجامع الصحیح، (الکتب الستۃ) مکتبہ دار السلام۔ ریاض ۱۹۹۹، کتاب مناقب الانصار، ص ۳۱۳، رقم الحدیث ۳۸۶۱

9۔ بخاری۔ باب بدء الوحی: رقم الحدیث ۸۔ ص ۱۔ ۲

10۔ ابن ہشام، محمد بن اسحاق، مکتبہ رحمانیہ۔ اردو بازار۔ لاہور، ۳۳۵، ۳۳۴

11۔ محمد بن جریر، تاریخ طبری، الفیصل ناشران کتب۔ اردو بازار۔ لاہور ۲۰۰۴، ۳/ ۱۴۲، ۱۴۱

12۔ گستاؤلی بان، تمدن عرب، مقبول اکیڈمی۔ لاہور، ص ۲۱۸

13۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار الطیبہ، بیروت، ۴/ ۵۹۶

14۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، قومی کتب خانہ۔ لاہور ۱۹۸۳ء، ۱/ ۲۲۲

15۔ بخاری: کتاب النکاح: باب ترغیب فی النکاح، ص ۴۳۸، رقم حدیث: ۵۰۶۳

16۔ رشید احمد، تاریخ مذاہب، قلات پبلشرز، کوئٹہ۔ ص ۱۴۴

17۔ سنن الترمذی۔ کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی۔ ص ۲۰۵۰، رقم الحدیث ۳۸۹۵

18۔ بخاری: کتاب الجمعۃ، ص ۷۰، رقم الحدیث ۸۹۳

19۔ مشکوٰۃ المصابیح: عن سعید بن العاص ۲/ ۱۱۵

20۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ ۲/ ۳۵۸ و مابعد

21۔ الحدید ۲۷:۵۷

22۔ ابو داؤد: کتاب الادب، ص ۱۵۸۳، رقم الحدیث ۴۹۰۴

23۔ ابو داؤد: کتاب شہر رمضان، مکتبہ دار السلام ریاض ۱۹۹۹ء، ص ۱۳۲۶، رقم الحدیث: ۱۳۹۰

24۔ ابو داؤد۔ کتاب التطوع۔ باب النعاس فی الصلاۃ، ص ۱۳۲۰، رقم الحدیث ۱۳۱۲

25۔ بخاری۔ کتاب الصوم، ص ۱۵۷، رقم الحدیث ۱۹۷۵

26۔ مسلم: کتاب لصیام۔ دار السلام ریاض ۱۹۹۹ء، ص ۸۵۷، رقم الحدیث ۱۱۱۹

27۔ بخاری۔ کتاب المغازی، ص ۳۶۲، رقم الحدیث ۴۴۱۸

28۔ ترمذی: ابواب الوصایا، ص ۱۸۶۳، رقم الحدیث ۲۱۱۶

29۔ الجمعۃ ۶۲: ۱۰

30۔ سورۃ المزمل کی آیت نمبر ۲۰ "وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ" کی تفسیر میں سید مودودی لکھتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ نے پاک رزق کی تلاش اور جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر جس طرح ایک ساتھ کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں جائز طریقوں سے روزی کمانے کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔ تفہیم القرآن: ۶/ ۱۳۴۔ ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور

31۔ ترمذی: کتاب الایمان، ص ۱۹۱۵، رقم الحدیث ۲۶۱۶

32۔ مسلم۔ کتاب الامارہ، ص ۱۰۱۴، رقم الحدیث ۱۸۸۶

33۔ کتاب مقدس (عہد نامہ ء قدیم وجدید) پاکستان بائبل سوسائٹی۔ لاہور، کتاب استثناء: ۲/۳۳

34۔ ابوداؤد: کتاب الجہاد، ص ۱۴۱۱، رقم الحدیث ۲۵۳۲

35۔ بخاری: کتاب الجہاد، ص ۲۳۴، رقم الحدیث ۲۹۱۴

36۔ اساتذہ کے خصائص اور مطلوب مہارتوں کے بارے میں درج ذیل ویب سائٹس اور ان پر موجود کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

www.facultyfocus.com, www.catholiceducation.org, www.teaching.org/ resources, www.guardian.co.uk

37۔ ھود ۲۹:۱۱

38۔ التوبہ ۹:۱۲۸

39۔ الکہف ۱۸:۶

40۔ الشوریٰ ۴۲:۴۸

41۔ الانعام ۶:۳۵

42۔ الانعام ۳۶:۶

43۔ بخاری۔ کتاب بدء الخلق، ص ۲۶۲، رقم الحدیث ۳۲۳۱

44۔ طبقات ابن سعد، بیروت ۱۹۵۷، ۱/ ۲۱۰

45۔ مسلم: کتاب فضائل الصحابہ: رقم الحدیث ۶۲۶۴، ص ۱۱۰۴

46۔ بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، ص ۳۰۴، رقم الحدیث ۳۷۳۲

47۔ بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، ص ۳۰۶، رقم الحدیث ۳۷۶۳

48۔ بخاری: کتاب الاستئذان، ص ۵۲۸، رقم الحدیث ۶۲۶۵

49۔ بخاری: کتاب مناقب الانصار، ص ۳۰۷، رقم الحدیث ۳۷۸۵

50۔ بخاری: کتاب مناقب الانصار، ص ۳۰۹، رقم الحدیث ۳۸۰۴

51۔ بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، ص ۳۰۶، حدیث نمبر ۳۷۵۷

52۔ ابوداؤد: کتاب الوتر، ص ۱۳۳۵، رقم الحدیث ۱۵۲۲

53۔ بخاری: کتاب الرقاق، ص ۵۳۹، رقم الحدیث ۶۴۱۶

54۔ ابوداؤد: کتاب النکاح، ص ۱۳۷۳، رقم الحدیث ۲۰۴۸

55۔ بخاری: کتاب الاستقراض، ص ۱۸۷، رقم الحدیث، ۲۳۹۵

56۔ ترمذی: ابواب المناقب، ص ۲۰۴۸، رقم الحدیث ۳۸۵۲

57۔ ترمذی: ابواب المناقب، ص ۲۰۴۸، رقم الحدیث ۳۸۵۲

58۔ بخاری: کتاب الاستقراض، ص ۱۸۷، رقم الحدیث ۲۳۹۹

59۔ مسلم: کتاب الزکوۃ، ص ۸۳۸، رقم الحدیث ۲۳۵۱

60۔ بخاری: کتاب المغازی، ص ۳۲۳، رقم الحدیث ۳۹۵۲

61۔ ابن ہشام: ۱/ ۷۰۸، ۷۰۹

62۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل، الفیصل ناشران کتب، لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۲۱۵

63۔ مجمع الزوائد ۱/ ۱۳۲

64۔ ابن ماجہ: کتاب الجہاد، ص ۲۶۴۵، رقم الحدیث ۲۷۸۳

65۔ نسائی، کتاب الجہاد، ص ۲۲۸۹، رقم الحدیث ۳۱۴۰

66۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، ص ۱۴۲۴، رقم الحدیث ۲۷۰۵

67۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، ص ۱۴۲۴، رقم الحدیث ۲۷۱۱

68- بخاری، کتاب الحدود، ص۵۶۶، رقم الحدیث ۶۷۸۷

69- مسلم۔ کتاب البر، ص۱۱۳۶، رقم الحدیث ۲۶۳۱

70- ترمذی: کتاب الزھد، ص۱۸۸۵، رقم الحدیث ۲۳۲۱

71- بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، ص۴۴، رقم الحدیث ۵۲۸

72- امام مالک، المؤطا، داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، ۲/۹۹۰

73- مجمع الزوائد: ۱/۱۲۹

74- طبقات ابن سعد، ۱/۲۰۰؛ بخاری۔ کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۳۲۱، ص ۳۵۴

75- الانعام: ۱۵۳

76- احمد بن حنبل، المسند، المکتب الاسلامی، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۶/۸۹،۹۰، رقم الحدیث ۴۱۴۲

77- شرف الدین الطیبی، شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ، ۲/۶۳۵

78- ابن ماجہ: کتاب الزھد، مکتبہ دارالسلام ریاض، ص ۲۷۳۴، رقم الحدیث ۴۲۳۱

79- النساء ۴: ۱۱۳

80- الشوریٰ ۴۲: ۵۲

81- الزمر ۵۵: ۳۹

82- مسلم: کتاب فضائل الصحابہ، ص۱۱۱۶، رقم الحدیث ۲۴۹۴

83- مسلم، کتاب الصیام، ص۸۵۵، رقم الحدیث ۲۵۹۵

84- الفوز الکبیر، قرآن محل، کراچی، ۱۹۸۲ء، ص ۴۳

85- ابوداؤد، کتاب القضاء: رقم الحدیث ۳۵۹۲، ص ۱۴۸۹

86- علی محمد رواس قلعہ جی، موسوعہ فقہ، ۲۰۰۲ء، ص ۶۵۸

87- ابوداؤد۔ کتاب الطھارۃ، ص۱۲۴۸، رقم الحدیث ۳۳۸

88- ابن ہشام: ۱/۳۸۵

89- بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ ص ۲۶۸

90- بخاری، کتاب مناقب الانصار، ص۳۱۸، رقم الحدیث ۳۹۰۶

91- شاہ ولی اللہ دہلوی، فقہ عمر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص ۲۷۵

92- الاحزاب ۳۳: ۱۰

93- نعیم صدیقی، محسن انسانیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۳۹۵

94- الرحیق المختوم، صفی الرحمن مبارک پوری، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۴۹۴

95- نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ص ۴۰۲

96- ترمذی۔ فضائل الجہاد، ص ۱۸۲۱، رقم الحدیث ۱۶۴۵

97- مسلم: کتاب الجہاد، ص ۹۹۳ رقم الحدیث ۴۶۰۷

98- ابن تیمیہ، التفسیر الکبیر، ۶/۳۱۵

99- مولانا عبید اللہ سندھی، قرآن پاک کا مطالعہ، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۴۳، ۴۲

100- شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور، ص ۳۸۷

101- قاضی اطہر مبارک پوری، خیر القرون کی درس گاہیں، ادارہ اسلامیات لاہور ۲۰۰۰ء، ص ۳۷

102- محمد حسین ہیکل، عمر فاروق، الفیصل ناشران کتب، لاہور، ص ۴۴۵

103- مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین: ص ۸۰۵، رقم الحدیث ۱۸۸۵

104- الرعد ۱۷: ۱۳